دعوت الی اللہ کے گُر سیکھیں اور احباب جماعت کو سکھائیں، حکمت سے دعوت الی اللہ کریں تو مقام محمود عطا ہوگا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ نومبر ۱۹۹۱ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

دعوت الی اللہ کے کام کو زیادہ احسن رنگ میں چلانے کے متعلق میں نے چند باتیں پچھلے خطبہ میں عرض کی تھیں ۔اب میں اسی مضمون کو وہیں سے اٹھاتے ہوئے مزید کچھ باتیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

Follow Up ایک انگریزی محاورہ ہے یعنی تتبع کرنا۔کوئی بات چلا کر پھر اس کی پیروی کرنا ،جستجو کرنا اور دیکھنا کہ وہ بات اپنے مقصود تک پہنچی بھی ہے کہ نہیں ۔ اس کی ایک بہت ہی خوبصورت تصویر قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے واقعہ میں بیان فرمائی کہ جب ان کی ماں نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور اللہ کی وحی کے مطابق بچے کو صندوق میں ڈال کر دریا کی لہروں میں بہادیا تو پھر بہن کو بھیجا جو پیچھے پیچھے ساتھ ساتھ کنارے پر چلتی تھی اور دیکھ رہی تھی کہ یہ ٹرنک یا لکڑی کا بکس Box جو بھی کہہ لیجئے یہ کہاں پہنچا اور کیسے پہنچا اور اس بچے کا کیا بنا۔ایمان تو لازم تھا۔اس میں تو کوئی شک ہی نہیں لیکن جب یقین بھی ہو،خدا تعالیٰ کی وحی بتا رہی ہو کہ بچہ محفوظ ہو جائے گا اور اپنے اس اعلیٰ مقصد کو پالے گا جس کی خاطر تم یہ قربانی کر رہی ہو،اس کے باوجود انسانی فطرت میں اگر محبت اور تعلق ہو تو یہ جستجو از خود پیدا ہوتی ہے کہ ہوگا تو سہی لیکن خود اپنی آنکھوں سے تو

دیکھیں کہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ وہ جستجو ہے جس کے نتیجہ میں انسانی منصوبوں پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے اگر کوئی آدمی بات کہے اور نصیحت کرے اور اس بات اور نصیحت سے اس کا ذاتی گہرا قلبی تعلق نہ ہو، یا اس شخص سے گہرا قلبی تعلق نہ ہو جس کو وہ بات کہتا ہے اور نصیحت کرتا ہے تو اسی حد تک تتبّع میں کمی ہو جائے گی۔ بعض لوگ اس رنگ میں نصیحت کرتے ہیں کہ گلے سے بات اتاری اور کہتے ہیں ٹھیک ہے ہم نے جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔ اب آگے تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ اور کچھ لوگ ہیں جو نصیحت کرنے کے بعد اس کے اثر کو دیکھتے ہیں۔ اثر نہیں پڑتا تو ان کا دل غم سے ہلکان ہونے لگتا ہے۔ اپنی زندگی کو اس نصیحت کی خاطر اس طرح غم میں گھلا گھلا کر زندگی کا نقصان کر رہے ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا یا سننے والا ان کے ظاہر سے اندازہ بھی نہیں لگا سکتا کہ ان کی کیا کیفیت ہے لیکن عالم الغیب خدا جانتا ہے یا وہ خود جانتے ہیں کہ ان کی کیا حالت ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ کا ایسا ہی نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:۴) اے میرے بندے! تو اپنے آپ کو غم میں ہلاک کر لے گا کہ تیری باتیں ان پر اثر نہیں کر رہیں اور وہ ایمان نہیں لا رہے۔ تو یہ دعوت الی اللہ کی روح ہے جس کا معراج حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ کی صورت میں دنیا میں ظاہر ہوا اور اس کی کیفیت کو قرآن کریم نے ہمیشہ کے لئے ہمارے سامنے رکھ کر زندۂ جاوید کر دیا۔

یہی وہ طریق ہے جو ہر دعوت الی اللہ کرنے والے کو بھی اختیار کرنا ہوگا اور ہر اس شخص کو بھی جس نے دعوت الی اللہ کے پروگرام مرتب کرنے ہوں۔ نصیحت آپ تک پہنچتی ہے، آپ اس نصیحت کو آگے پہنچا بھی دیتے ہیں جو اکثر صورتوں میں نہیں پہنچاتے۔ اس سلسلہ میں میں پہلے بات کر چکا ہوں۔ پہنچا بھی دیتے ہیں تو آپ کا فرض پورا نہیں ہو جاتا۔ جب ایک منتظم کو یہ اطلاع ملتی ہے یا امیر کو منتظمین کی طرف سے یہ اطلاع ملتی ہے کہ ہماری تحریک پر فلاں فلاں جماعت میں اتنے اتنے دعوت الی اللہ کرنے والے یا دعوت الی اللہ کی تمنا رکھنے والے پیدا ہو چکے ہیں تو اس اطلاع کے بعد ایک حصہ دل کا مطمئن ہو جانا چاہئے کہ نصیحت کسی حد تک کارگر ہوئی اور بات آگے چل پڑی لیکن پھر وہ دعوت الی اللہ کرنے والے کیسے پیدا ہوئے؟ انہوں نے ان نیک ارادوں کو عمل میں ڈھالا کہ نہیں اور مستقل مزاجی کے ساتھ ان کی پیروی کی یا نہیں، دعوت الی اللہ کی تو کس رنگ میں کی، اس کے نتائج کیسے

نکلے؟ یہ سارا ایک سلسلہ ہے جو دعوت کا پہلا پیغام پہنچانے کے نتیجہ میں چل پڑتا ہے اور تبلیغ کے نتیجہ میں احمدی ہونے والے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ سلسلہ اس رنگ میں کڑی کے بعد دوسری کڑی جاری ہوا کہ نہیں؟ یہ سوال ہے جو دل میں اٹھنا چاہئے اور اگر کسی شخص کو کسی کام سے دلی لگن ہو تو یہ سوال ضرور اٹھے گا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کی طرح دریا کے کنارے کنارے چلے گا، بار بار نظریں ڈالے گا اور دیکھے گا کہ اس پروگرام کو جو میں نے جاری کیا تھا یہ کس انجام کو پہنچا ہے اور اگر اس کی حالت اور ترقی کرے تو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے دل کے مشابہ کسی حد تک، سو فیصد تو ممکن نہیں کوئی اور اس کیفیت کو پاسکے لیکن کسی حد تک اس کیفیت کو اپنے دل میں محسوس کرے گا اور اس پروگرام سے اس کو دلی محبت پیدا ہو جائے گی ایسی محبت ہو گی جیسے ایک مصنف کو اپنی تصنیف سے یا ایک مصور کو اپنی تصویر سے ہوتی ہے۔ ہر خالق کو اپنی مخلوق سے محبت ہوتی ہے۔ پس ان منصوبوں کو جو اپنا بنالیں، اپنے دل کو لگالیں، اپنا ذاتی کام سمجھنے لگ جائیں اور اس منصوبے سے ان کو پیار ہو جائے ان کے کاموں میں اور قسم کے رنگ پیدا ہوتے ہیں اور اور طرح کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

پس دعوت الی اللہ سے متعلق تمام عہدیداران کو خواہ وہ منتظم ہوں، ناظم ہوں، سیکرٹری ہوں یا امراء ہوں، میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے دل کا پہلے جائزہ لیں کہ کیا آپ نے اس کام کو اپنی جان کے ساتھ اس طرح لگا لیا ہے جیسے غم لگ جایا کرتے ہیں جیسے لگن لگ جاتی ہے جیسے عاشق کو عشق کھانے لگ جاتا ہے۔ کیا ایسی کیفیت آپ کی اس پروگرام سے متعلق پیدا ہوئی ہے یا نہیں؟ یا کچھ نہ کچھ اس قسم کی کیفیت آپ محسوس کرتے ہیں یا نہیں اگر نہیں تو پھر ابھی یہ کام آپ کے بس میں نہیں۔ آپ کو اپنا کچھ اور تعلق دین کے کاموں سے اور دین کے کاموں کے اپنی تکمیل تک پہنچنے کے معاملہ سے بڑھانا پڑے گا۔ یہ تعلق بڑھے گا تو کام آگے چلے گا۔ اگر یہ تعلق نہیں بڑھے گا تو سب چیزیں وہیں کی وہیں کھڑی رہ جائیں گی۔ جہاں پہلی حالت میں تھیں اور یہی عموماً ہوتا ہے۔ پس لگن کے نتیجہ میں جستجو اور تتبع پیدا ہونا چاہئے اور اگر یہ نہیں ہے تو اسی حد تک آپ کے دل کی لگن میں اور اس کے تعلق میں کمی ہے۔

آگے پھر اس کام کو کرنا کس طرح ہے؟ کام تو اتنا زیادہ ہے کہ اس سلسلہ میں فوری طور پر کسی کے لئے ممکن نہیں ہے کہ ہر دعوت الی اللہ کرنے والے تک پہنچ کر اس کی کیفیات کا جائزہ لے، اس کے پروگراموں کا جائزہ لے، وہ پروگرام کس طرح چلا رہا ہے۔ ان باتوں کا جائزہ لے۔ یہ کام لمبا ہے

لیکن اس کا آغاز ہونا چاہئے اور اگر آغاز درست ہو جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ یہ کام سنبھالا جائے گا۔

امراء کو چاہئے کہ اپنے سیکرٹری تبلیغ سے اس معاملہ میں با قاعدہ Sitting کریں یعنی مجلس عاملہ کے علاوہ بھی ان کو بلائیں، ان کے ساتھ بیٹھیں۔ ان سے پوچھیں کہ آپ نے اس سلسلہ میں اب تک کیا کیا ہے؟ اور پھر دیکھیں کہ کیا جن لوگوں نے دعوت الی اللہ کے وعدے کئے تھے ان تک یہ سیکرٹری تبلیغ یا ان کے نائبین پہنچے بھی ہیں کہ نہیں اور مل کر تفصیل سے صورت حال کا جائزہ لیا ہے کہ نہیں۔ مثلاً انگلستان کی مثال لیجئے۔ اگر برمنگھم سے ۱۰۰ دعوت الی اللہ کرنے والے اپنا نام اس فہرست میں درج کرا دیتے ہیں اور ہر سال ان اعداد وشمار کا اعادہ ہوتا رہتا ہے اور عملاً کوئی جا کر دیکھتا نہیں کہ انہوں نے پچھلے سال کیا کیا تھا تو یہ اپنے نفس کو دھوکہ دینے والی بات ہے، یونہی وہموں میں بسنے والی بات ہے کہ ہم کوئی کام کر رہے ہیں۔ لازمی طور پر اس کا نتیجہ یہ نکلنا چاہئے تھا کہ اول تو امیر، مرکزی سیکرٹری تبلیغ کا اس معاملہ میں جائزہ لیتا اور جب اس کو رپورٹ پہنچتی تو وہ خوشی کا اظہار کرتے ہی یہ پوچھتا کہ تم نے اس کے بعد کیا کیا؟ پتہ کیا ہے وہ کون لوگ ہیں؟ معلوم کیا ہے کن کن لوگوں کو تبلیغ کر رہے ہیں؟ ان کا تبلیغ کا طریق کیا ہے؟ تبلیغ کے لئے جو مواد ضروری ہے وہ ان کو مہیا بھی ہے کہ نہیں؟ غلط طریق پر اگر کام کر رہے ہیں تو کسی نے کبھی معلوم کر کے ان کو سمجھانے کی بھی کوشش کی ہے کہ نہیں؟ اگر یہ نہیں تو پھر یہ کام تسلی بخش نہیں محض ایک فہرست ہے۔ پھر ان کو سمجھائے اور بعض دفعہ اپنے دوروں کے دوران ان مقامات پر جا کر مثال کے طور پر بعض رابطے پیدا کر کے دکھائے اور بتائے کہ اس طرح کام ہوتا ہے۔ مثلاً ایک سیکرٹری تبلیغ اگر پوری طرح کام کرنے والا ہو اور وہاں جماعت کی تعداد خاطر خواہ ہو تو اس کو تو اتنا وقت میسر ہی نہیں آسکتا کہ اپنے روزمرہ کے کام اور تبلیغ کے علاوہ اسے کوئی ہوش رہے۔ اتنے تفصیلی دورے کرنے پڑیں گے اور مختلف جگہوں پر ٹھہر ٹھہر کر اتنے وسیع رابطے کرنے پڑیں گے کہ بڑی جماعتوں میں تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ ۲۴ گھنٹے کے دن کے اندر کسی حد تک تو کام سموئے جاسکتے ہیں، حد سے زیادہ کام تو نہیں سموئے جاسکتے اس کا تقاضا یہ ہے اگر اسے ٹیمیں بنانی پڑیں گی۔ اس مجبوری کا تقاضا یہ ہے کہ اسے اپنے ساتھ اپنے نائبین تیار کرنے پڑیں گے اور مثلاً وہ یہ کام کر سکتا ہے کہ ایک مرکزی ٹیم بنائے مختلف ایسے نوجوان چنے جن کے پاس پہلے کام نہیں ہیں۔ بے شک ایسے چنے جن کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے، جو دین کی خدمت نہ کرنے کے

نتیجہ میں بہک رہے ہیں اور بھٹک رہے ہیں ان سے رابطہ قائم کرے اور اس رابطہ کے قیام کے لئے ضروری نہیں کہ پہلے ان کو بتائے کہ یہ کام تم سے لینا ہے بلکہ نظر ڈال کر پیار اور محبت سے ان کو کبھی چائے پر بلا کر کبھی کسی اور رنگ میں ان سے ذاتی تعلق قائم کرے اور پھر کہے کہ میں دورے پر جا رہا ہوں کیا آپ بھی میرے ساتھ چل سکتے ہیں آیئے ہم تجربہ کرتے ہیں اور مل کر دیکھتے ہیں کہ ہم دین کی کس حد تک خدمت کر سکتے ہیں۔ یعنی الفاظ تو اس طرح ضروری نہیں مگر مفہوم یہی ہے جو گفتگو کا ہونا چاہئے اور اس کے علاوہ سلسلہ کی خدمت کرنے والے اور خدمت کا جذبہ رکھنے والے دوسرے دوستوں کو بھی ساتھ شامل کرے اور ضروری نہیں کہ ہر جگہ یہ ساری کی ساری ٹیم پہنچے۔ بعض جگہوں میں ایک دو کو لیا جا سکتا ہے، بعض جگہوں پر جانے کے لئے دوسرے دو تین کو اختیار کیا جا سکتا ہے تو اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ ایسے نائبین لے کر جائے یا ایسے احباب جماعت لے کر جائے جن کو آئندہ نائبین بنانا مقصود ہو اور کام کی تربیت دینا مقصود ہو۔ وہاں پہنچ کر پریذیڈنٹ سے رابطہ کرتا ہے، بتاتا ہے کہ میں اس غرض سے آیا ہوں۔ یا ہم اس غرض سے آئے ہیں۔ پھر ایک ایک شخص سے ملنے کا پروگرام بنایا جائے۔ صرف میٹنگ ہی نہ بلائی جائے کیونکہ میٹنگز میں بعض باتیں ہوتی ہیں اور بیک وقت بہت سارے لوگوں تک پہنچ جاتی ہیں مگر انفرادی سطح پر جب تک تتبع نہ کیا جائے کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ تو ان تک پہنچنے کے لئے پروگرام بنا کر جایا جائے۔ ہر شخص کے اپنے اوقات ہیں۔ کافی سردردی کرنی پڑے گی لیکن جو محبت کے ساتھ کام کیا جائے وہ فی الحقیقت سردردی نہیں بلکہ دل کا درد بن جاتا ہے اور سردردی، مصیبت ہوتی ہے اور دل کا درد بہت پیاری چیز ہے۔ تو بظاہر سردردی ہے لیکن اگر لگن ہو، توجہ ہو، تعلق ہو تو اس کام میں بہت لطف آئے گا۔ رابطے پیدا کرنے ہوں گے کوئی کہے گا کہ جی! میرے پاس تو وقت نہیں ہے۔ اچھا جی! مجھے بتائیں کہ میں کب آپ کے پاس آ سکتا ہوں۔ ہم نے ضروری باتیں کرنی ہیں۔ کسی ایک سے جس سے بھی وقت طے ہو اس تک پہنچ کر پوچھا جا سکتا ہے کہ جی بتایئے! آپ نے دعوت الی اللہ میں نام لکھایا تھا، کیا کیا ہے؟ کن کن لوگوں تک آپ پہنچے ہیں یا پہنچ سکتے ہیں۔

اگر اس سے پہلے وہ سارے جائزے مکمل ہوں جن کے متعلق پہلے بارہا نصیحت کی جا چکی ہے تو یہ کام بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً جائزوں کے سلسلہ میں بارہا یہ ہدایت کی گئی ہے کہ

Ethnic Minorities یعنی مختلف قسم کے اقلیتی گروہ جو بعض ملکوں میں بستے ہیں ان کے متعلق مکمل معلومات حاصل کی جائیں اوران معلومات کا سب سے زیادہ تعلق سیکرٹری تبلیغ سے ہے۔جس ملک کی معلومات حاصل کی جائیں اس کو پھر آگے تجزیہ کر کے شہروار تقسیم کرنے کی کوشش کرنی پڑے گی ورنہ ان معلومات کا فائدہ کوئی نہیں ۔تو یہ ایک الگ مضمون ہے جو پہلے بارہا بیان کیا جاچکا ہے اور ہدایات میں مختلف جماعتوں کو پہنچایا جاچکا ہے ۔مختصراً تعارف کے طور پر میں ذکر کررہا ہوں کہ مقصد یہ ہے کہ ہر ملک میں مختلف قسم کے طبقات کی معلومات سیکرٹری تبلیغ کے پاس ہونی ضروری ہیں وہ لوگ جو مقامی طور پر اس ملک کے باشندے ہیں ان کی طبقاتی تقسیم ،ان کی معاشرتی ، اقتصادی اورنظریاتی تقسیم وغیرہ وغیرہ ،کئی رنگ میں ان کی گروہ بندی کی جاسکتی ہے ۔طلباء ہیں، مصنفین ہیں،اخبارات سے تعلق رکھنے والے،ریڈیو ٹیلی ویژن سے تعلق رکھنے والے،سیاسی لیڈر، زمیندار، تاجر طبقہ اوراسی قسم کےاورکئی طبقات ہیں ان کی مقامی سطح پر تقسیم ہوسکتی ہےاوراس کے علاوہ جو بیرونی لوگ وہاں بسے ہوئے ہیں ان کے متعلق معلومات ہوسکتی ہیں اور ہونی چاہئیں۔

مثلاً جب میں پرتگال گیا تو وہاں کے مبلغ ماشاء اللہ چونکہ تبلیغ پر نظر رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے بعض ایسے دوستوں سے بھی رابطے کئے ہوئے تھے ۔جن کا پرتگال سے تعلق نہیں ہے ۔ جب میں نے ان سے مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے کہا تو افریقہ کے ایک ملک کے نمائندے جو وہاں موجود تھے انہوں نے اپنے ملک کے باشندوں کی جو معلومات مہیا کیں تو اتنا بڑا کام ان کے اندر ہوسکتا تھا کہ مبلغ کو اور کاموں کے لئے بڑی مشکل سے وقت نکالنا پڑتا اور وہ ایسے لوگ ہیں جن کو احمدیت کی مقامی لوگوں کے مقابل پر زیادہ آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کیونکہ ان ملکوں میں یعنی افریقہ کے بعض ملکوں میں اسلام کا گہرا اثر ہے اور احمدیت کو سمجھنا ان کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ۔ پھر وہ گھر سے بے گھر ہوئے لوگ اگر ان کو ایک مشن سے تعلق پیدا ہو جائے تو یہ ان کے لئے سہارے کا موجب بھی بنتا ہے اوران کے اندر ایک طبعی کشش پائی جاتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسی جگہ ہو جہاں ان کا اڈا ہو۔ جہاں مشکل کے وقت جاسکیں، جہاں بیٹھ کر اپنے دل کے دکھ درد بیان کرسکیں اور یقین ہو کہ اس کے جواب میں سچی ہمدردی پیدا ہوگی ۔

پس ان کی بھی ضرورتیں ہیں ۔ایسے گروہ ایک نہیں بلکہ ایک سے زائد ہیں ۔ چنانچہ ان کی

طرف میں نے اپنے مبلغ صاحب کو توجہ دلائی کہ آپ ان میں کام کریں اور ان لوگوں سے کام لیں۔ یہ جو آپ کے پاس آتے ہیں، بعض ان میں سے بیعت کر چکے ہیں، بعض نے نہیں کی۔ ان سے آگے کام چلائیں۔ وہ اپنے بھائیوں اور دوستوں کو آپ کے پاس لے کر آئیں ورنہ اگر آپ نے محض ڈاک میں لٹریچر بھیجنا شروع کیا تو اکثر اوقات اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ آپ کو بھی اشتہار پہنچتے رہتے ہیں اور کئی قسم کے لٹریچر پہنچتے رہتے ہیں۔ جن چیزوں میں آپ کو ذاتی دلچسپی ہے ان میں آپ کچھ نظر ڈال بھی لیتے ہیں مگر عام طور پر اس کو ایک نظر ڈال کر پھینک دیتے ہیں۔ مذہب کے پیغام میں دنیا سب سے کم دلچسپی لیتی ہے کیونکہ یہ پیغام سنتے ہی آدمی سمجھتا ہے کہ مجھے تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے گی مجھے اپنے تعلقات کے دائرے منقطع کرانے کی کوشش کی جائے گی اور خواہ مخواہ کی مصیبت میں سہیڑوں، کیا ضرورت ہے؟

پس اگر پہلے کوئی اور تعلق قائم نہ ہو چکا ہو تو بیرونی طور پر ذاتی رابطے کے بغیر جو پیغام پہنچتے ہیں بالعموم انسان ان میں دلچسپی نہیں لیتا۔ اس پہلو کو میں الگ زیر بحث لاؤں گا کہ ایسا کام اگر کرنا ہو تو دلچسپی پیدا کرنے کے ذرائع کیا ہیں؟ مگر میں واپس اس مقام پر پہنچتا ہوں جہاں سے بات دوسری طرف چل پڑی کہ ایسے شخص سے آپ کو آخر یہ پوچھنا چاہئے کہ میری معلومات کے مطابق یہاں چینی بھی بستے ہیں، روسی بھی بستے ہیں، پرتگیزی بھی آئے ہوئے ہیں، افریقہ کے فلاں فلاں ممالک کے لوگ ہیں۔ ویسٹ انڈینز (West Indians) ہیں۔ بہت سے طبقات ہیں۔ آپ کے ماحول میں بھی کچھ ایسے لوگ رہتے ہیں کبھی آپ نے معلومات حاصل کیں؟ آپ کے ساتھ کام کرنے والوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو آپ نے کبھی رابطے کی کوشش کی اور رابطے کی کوشش اگر کی تو کس طرح کی؟ اگر ایک اجنبی آدمی کو آپ رابطہ کر کے یہ کہنا شروع کر دیں کہ آؤ اسلام قبول کر لو تو ذاتی رابطے کے باوجود وہ کچھ تو سنے گا لیکن طبعاً اس کے دل میں اس کے خلاف ردعمل ہوگا۔ جس کو تبلیغ کی جاتی ہے پہلے اس کی دلچسپی کے دائروں کی تلاش کرنی پڑتی ہے اس لئے جب آپ یہ مضمون چھیڑیں گے تو اور تفاصیل میں جانا پڑے گا۔ بات سے بات نکلتی چلی جائیگی۔ اگر اُس نے مثال کے طور پر رابطے کئے ہیں تو آپ کا کام ہے کہ اُس سے پوچھیں کہ رابطے کا نتیجہ کیا نکلا؟ ایک چینی نے کیا جواب دیا، ایک ترک نے کیا جواب دیا۔ ایک Gambian نے کیا جواب دیا۔ وغیرہ

وغیرہ اور اگر دلچسپی نہیں لی تو کیا آپ نے جائزہ لیا ہے کہ اس کو کن باتوں میں دلچسپی ہے، کس طرح اس کے دل میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے لئے کرید پیدا کرنے کے امکانات ہیں؟ تو تفصیلی بحث انفرادی بحث تک جا پہنچے گی اور ہر شخص جو زیر تبلیغ ہے اس کے متعلق اس سے گفتگو کرنی پڑے گی اس سلسلہ میں اس کو نیک مشورے دینے پڑیں گے اور سیکرٹری تبلیغ جو اس طرح کام کرتا ہے۔ اس کو رفتہ رفتہ اتنا وسیع تجربہ ہونے لگ جاتا ہے کہ واقعی اس کے اندر یہ اہلیت پیدا ہوتی ہے کہ ہر صورت حال میں ایک مفید اور اچھا مشورہ دے سکے اور کچھ اس کی معلومات پہلے ہی وسیع ہوتی ہیں اس رنگ میں اس کے جو ساتھی ہیں ان کی بھی تربیت ہو رہی ہوتی ہے لیکن اس مثال کو ابھی کچھ اور آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ مثلاً ایک چینی ہے اگر آپ اس چینی کو جو انگلستان میں بس رہا ہے یا کہیں ٹھہرا ہوا ہے جا کر یہ کہیں کہ آؤ اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرو۔ میرا نہیں خیال کہ وہ اس میں کوئی دلچسپی لے گا لیکن اگر آپ کوئی ایسا سوونیئر مثلاً پیش کریں جس میں چینی لوگوں سے رابطہ پیدا ہونے کا ذکر ہو۔ ایسا کوئی سوونیئر نہیں ہے میں مثال کے طور پر کہہ رہا ہوں بعض دوسری قوموں کے ہیں تو جس قوم سے رابطہ ہے اس کے متعلق اگر کوئی ایسی دلچسپ چیز آپ اس کو دکھانے لگیں جس سے اس کو معلوم ہو کہ ہمارے ملک میں اس جماعت کا بڑا وقار ہے اور اس جماعت نے خدمات کی ہوئی ہیں اور ہمارے ملک کے معززین ان لوگوں کی عزت کرتے ہیں تو اچانک اس کے دور کے تعلق میں قربت کا ایک رجحان پیدا ہوگا۔ وہ آپ کے لئے اس طرح اجنبی نہیں رہے گا بلکہ شناسائی کے امکانات پیدا ہو جائیں گے اور قریب آئے گا پھر آپ اس کو اور باتیں سمجھا سکتے ہیں۔ ہماری جماعت کی روح کیا ہے ہم کس طرح کام کرتے ہیں۔ پھر آپ افریقن قوم کے متعلق اور افریقہ کی اس قوم کے متعلق جس کا وہ باشندہ ہے (میرا مطلب ہے اگر وہ افریقہ کا ہو تو) مزید دلچسپی لے سکتے ہیں اور اس کے لئے آپ کو معلومات ہونی چاہئیں اور یہ معلومات پھر سیکرٹری تبلیغ کو آگے اس شخص تک پہنچانی چاہئیں، طریق کار سمجھانا چاہئے۔

اب میں واپس چین ہی کی مثال پر آتا ہوں۔ میرے پاس بہت سے چینی دوست ملنے کے لئے آتے ہیں۔ بالعموم براہِ راست فوری طور پر اسلام کا پیغام دینے کی بجائے میں پہلے اُن سے چین کے حالات اور چین کے مسائل کے متعلق بات کرتا ہوں اور جب وہ مسائل بتاتے ہیں تو کچھ دیر کے

بعد بات آخر اخلاقیات پر ضرور پہنچتی ہے اور ان کے راہنماؤں نے جو غلطیاں کی ہیں۔ اشتراکیت میں جو کمزوریاں ہیں جس کے نتیجہ میں چین آج اس حال کو پہنچا ہے ان سارے مسائل پر نظر ڈال کر جب بات کی جاتی ہے تو اس شخص کا ایک ذاتی گہرا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میری قوم میں اس کو دلچسپی ہے میری قوم کے حالات سے واقف ہے اور جو بات کہہ رہا ہے درست ہے اور آخری تجزیہ ایسا ہے جو میرے دل کی بھی آواز ہے۔ جب اس طرح تعلق قائم ہو تو پھر اس مضمون کا رخ بدلنا کوئی مشکل نہیں رہتا۔ پھر اخلاقیات کے موضوع پر کنفیوشس ازم کی مثلاً بات چل جاتی ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ کنفیوشس ازم کی اخلاقی تعلیم بنیادی طور پر چونکہ ایک ہی خدا کی دی ہوئی تعلیم ہے اس لئے اسلام کے ساتھ اس کا یہ تعلق ہے اور اسلام میں بھی یہ تعلیم ملتی ہے اور اس تعلیم کے سوا دنیا کا کوئی نظام چاہے وہ اشتراکی نظام ہی ہو جاری نہیں ہو سکتا تو بات سے بات نکلتے ہوئے کہیں سے کہیں جا پہنچتی ہے۔

ان موضوعات پر مختلف مواقع پر بعض دفعہ سوال و جواب کی مجالس میں، بعض دفعہ دوروں کے دوران مختلف خطابات میں بہت سا مواد موجود ہے۔ اس لئے کوئی سیکرٹری تبلیغ یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ کو تو شاید ان باتوں کا علم ہو مجھے علم نہیں ہے۔ میں نے اپنا علم آپ کے ساتھ Share کیا ہوا ہے یعنی میرا علم اور آپ کا علم دو جداگانہ چیزیں نہیں رہیں۔ جو احمدی کو علم ہوتا ہے وہ مجھے لکھ کر بھیجتا ہے اور میری توجہ اس کی طرف مبذول کراتا ہے۔ روزانہ کثرت سے ایسے خط ملتے ہیں جن میں بعض امور کا ذکر ملتا ہے کہ فلاں ملک میں فلاں جگہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا رجحانات ہیں اور بعض دفعہ اخبارات کے تراشے ملتے ہیں۔ بعض دفعہ بعض احمدی احباب کتابیں بھجواتے ہیں۔ کوئی بہت اچھی کتاب انہوں نے پڑھی ہو تو کہتے ہیں یہ ایسی کتاب ہے جس کی معلومات کا دین کے ساتھ ایک تعلق ہے یعنی آپ کے کاموں سے ایسا تعلق ہے کہ آپ ان معلومات کے نتیجہ میں مزید فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور جماعت کی راہنمائی کے سلسلہ میں یہ آپ کے کام آنے والی باتیں ہیں۔ غرضیکہ ایسی ہی کئی تمہیدوں کے ساتھ کتابیں ملتی ہیں تو آپ جو مجھے علم دیتے ہیں میں اپنے اندر سنبھال کر کنجوس کی طرح تالے لگا کر تو نہیں رکھتا۔ آپ سے ملنے کے دوران، دوروں کے وقت، خطبات میں، سوال و جواب کی مجالس میں جو فیض میں جماعت سے پاتا ہوں وہ جماعت کو واپس کر رہا ہوتا ہوں اور یہ مضمون اکٹھا ہو کر ایک دریا کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔

پس اگر سیکرٹری تبلیغ باقاعدہ اپنے کام کے سلسلہ میں تیاری کرنے کی کوشش کرے تو اس کے لئے مواد بہت ہے۔ تیاری کے لئے ذرائع موجود ہیں۔ لٹریچر کا مطالعہ، دنیا کے حالات کا براہ راست مطالعہ، مختلف Ethnic گروپس جو اس ملک میں رہتے ہیں یعنی اقلیتی طبقات ان کے متعلق مقامی طور پر ان کی انجمنوں سے رابطے کر کے معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔ ان کے اقتصادی مسائل کے متعلق معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔ ان کے اخلاقی مسائل کے متعلق ان کے ملکوں کے اقتصادی، سیاسی وغیرہ مسائل پر معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔ وہ معلومات جو حاصل کریں وہ مجھ تک پہنچائیں۔ جو مجھے ملتی ہیں میں ان تک پہنچاتا ہوں اس طرح علم کا ایک ذخیرہ پیدا ہوتا ہے جو بڑھتا چلا جاتا ہے اور ان سب عمومی باتوں کا تبلیغ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ جس شخص کو تبلیغ کی جائے جب تک اس کی دلچسپی کے معاملات میں آپ کو دلچسپی نہ ہو۔ جب تک اس کو یہ یقین نہ ہو کہ میری دلچسپی کے دائرے تبلیغ کرنے والے کی دلچسپی کے دائرے سے بالکل الگ نہیں ہیں کچھ ایسی مشترکہ زمین بھی ہے جہاں ہم دونوں ایک ہی طرح کی دلچسپی رکھتے ہیں اس وقت تک اس کے لئے اپنے پیغام میں دلچسپی پیدا کرنے کے امکانات بہت کم ہوں گے۔ اس کی مزید وضاحت یوں کرتا ہوں کہ آپ کے لئے اس بات کا امکان کم ہوگا کہ آپ اس کو اپنے پیغام میں دلچسپی لینے پر مجبور کرسکیں۔ آپ کو پہلے خود دلچسپی لینی ہوگی اور اس کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ اور باتیں آپ کو معلوم ہوں گی اور ان باتوں کے نتیجہ میں علم کی روشنی ملے گی۔ جس طرح کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا روشنی کے بغیر سفر نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے اجنبی سے آپ مؤثر گفتگو نہیں کرسکتے پہلے ٹٹول کر تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کر کے اندازہ لگانا پڑتا ہے کہ یہ کس مزاج کا آدمی ہے۔ اس لئے جب نئے دوست میرے پاس آتے ہیں تو ہمیشہ شروع میں ادھر ادھر کی چاروں طرف کی باتیں کر رہا ہوتا ہوں جو احمدی لے کر آتے ہیں وہ بھی حیران ہوتے ہوں گے کہ یہ سیدھی بات کرتا نہیں۔ تبلیغ کی گفتگو نہیں کر رہا لیکن میں اس کے بغیر گفتگو کر ہی نہیں سکتا جب تک مجھے یہ نہ پتہ لگے کہ کسی شخص کا مزاج ہے کیا؟ کن باتوں میں دلچسپی رکھتا ہے اس کے نظریات کیا ہیں، اس کے تجارب کیا ہیں، کیا تلخیاں دل میں ہیں، کیا خوشی کی باتیں ہیں؟ اس وقت تک صحیح معنوں میں تبلیغ ہو ہی نہیں سکتی۔ پس وہی بات حکمت کی بات ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمائی کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ (النحل: ۱۲۶) حکمت سے اپنے رب کی

طرف بلاؤ اور حکمت کا مضمون اتنا وسیع ہے کہ یہ جو باتیں بیان کر رہا ہوں یہ بھی اسی مضمون کی بعض شاخیں ہیں۔

اب دیکھیں سیکرٹری تبلیغ کے لئے کتنی محنت درکار ہے اور کتنا وقت اس کو صرف کرنا ہوگا۔ پھر وہ جس کو تبلیغ کے لئے تیار کر رہا ہے اس کو یہ بتا سکتا ہے کہ آپ کے لئے ہمارے پاس یہ یہ مواد موجود ہے اگر پاس بلغاریہ کے لوگ رہتے ہیں تو ان کے لئے ہمارے پاس خدا کے فضل سے یہ لٹریچر تیار ہو چکا ہے اگر رومانیہ کے لوگ ہیں تو ان کیلئے ہمارے پاس یہ لٹریچر ہے اگر ترک باشندے ہیں تو ان کے لئے ہمارے پاس یہ کچھ ہے۔ اگر عرب ہیں تو ان کے لئے ہمارے پاس یہ کچھ ہے غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت دنیا کی اکثر قوموں سے متعلق پوری جدوجہد کے ساتھ ایسا لٹریچر تیار کر رہی ہے۔ جن کی ہمارے نزدیک ان کو ضرورت ہے اور سیکرٹری تبلیغ اکثر ایسے ہیں جن کو پتہ ہی نہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ ان کو نہ لٹریچر کی تفصیل کا علم ہے کہ کون سا شائع ہو چکا، نہ آڈیو ویڈیو کی شکل میں جو تبلیغی مواد ہے اس کے متعلق پورا علم ہے۔ وہی کیفیت ہے کہ

؎ جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

جن کا کام ہے تبلیغ کرنا ان کو ان باتوں کا علم نہیں ہے اگر ان کو علم ہو تو پھر آگے اس علم کو دعوت الی اللہ کے لئے اپنا نام پیش کرنے والے ہر شخص تک پہنچانا ہوگا اور تفصیل سے سمجھانا ہوگا پھر یہ بتایا جا سکتا ہے کہ رابطہ کرنے کا طریق کیا ہے۔ اگر ایک بالکل اجنبی ہو اس سے بھی رابطہ کیا جا سکتا ہے اور رابطے کے لئے تقریبات پیدا کی جا سکتی ہیں اس میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ جب میں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتا تھا تو ہماری احمدیہ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشنز کے بعض طلباء کے ساتھ اسی مضمون پر گفتگو ہوئی اور میں نے ان کو بتایا کہ میرے لئے تو رابطہ قائم کرنا کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ رابطہ پیدا کرنے کا گر آنا چاہئے کہ وہ ہے کیا؟ اور وہ گر یہی ہے کہ اگر آپ کو کسی شخص میں دلچسپی ہے تو اسے آپ میں دلچسپی ہوگی۔ میں نے مثال دی کہ ایک کھلاڑی ہے ہاکی کا کھلاڑی ہے، اچھا کھیلتا ہے کہیں بیٹھا ہو آپ اس کے پاس جا کر کہہ سکتے ہیں کہ میں نے تمہارا کھیل دیکھا تھا، میرے دل پر اس کا بہت گہرا اثر پڑا تو اچانک اس کے دل میں آپ کے لئے محبت اور نرمی کا گوشہ پیدا ہو جائے گا۔ پھر آپ اس کو کہہ سکتے ہیں کہ میں اپنے لئے اعزاز سمجھوں گا اگر آپ میرے ساتھ چائے کی ایک پیالی پئیں

اور پھر اس کے مضمون کی کچھ باتیں آپ شروع کر دیں تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ آپ کے ہاتھ جھٹک دے۔ ہر شخص میں بعض خوبیاں ہیں۔ جھوٹی تعریف نہیں کرنی چاہئے۔ اس کا تو کسی مؤمن کے لئے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر ہر شخص کی سچی تعریف کرنے کے امکانات ہیں اور یہی امید کا وہ روشن چراغ ہے جسے ہمیں لے کر تبلیغ کے معاملہ میں آگے بڑھنا ہے۔ امید کا روشن چراغ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے کوئی ایک بھی اس میں سے ایسی نہیں جو خوبیوں سے عاری ہو اور ہر جنس کے ہر فرد میں خواہ وہ اپنے کردار کی گراوٹ میں کہیں تک پہنچ چکا ہو پھر بھی کچھ خوبیاں رہتی ہیں۔

بعض چوروں اور بدکاروں میں بھی بعض ایسی بنیادی خوبیاں قائم رہتی ہیں کہ جن کے نتیجہ میں ان کے لئے ہر وقت واپسی اور توبہ کا امکان روشن رہتا ہے۔ تو ہر شخص کی خوبیوں کے ذریعہ آپ کا اس سے رابطہ ہونا چاہئے۔ ہر قوم کی بعض خوبیاں ہوتی ہیں ان خوبیوں کو بھی آپ کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ پس آغاز میں اگر آپ کسی شخص کو نہیں جانتے تو اس کی بعض قومی خوبیوں کا ذکر کر سکتے ہیں۔ اگر اس کو جاننے لگے ہیں تو رفتہ رفتہ اس کی بعض اچھی باتیں تلاش کریں اور ان باتوں کا ذکر اس سے چھیڑیں اس کا تعلق آپ سے بڑھنا شروع ہو جائے گا۔

تو بہر حال یہ سمجھنا پڑے گا کہ رابطے کیسے کئے جاتے ہیں۔ ان رابطوں کے سلسلہ میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کچھ نہ کچھ خاطر مدارات بھی ساتھ کرنی پڑے گی اور اس کے بغیر گزارا نہیں ہے۔ پس داعی الی اللہ کو اس بات کے لئے تیار رہنا چاہئے اور اس ضمن میں مستورات کے لئے بھی بہت سے خدمت کے مواقع ہیں۔ بہت سی رپورٹیں جو مجھے مختلف جگہوں سے ملتی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ جن احمدی داعیین الی اللہ کی بیویاں حوصلے والی اور خدمت کرنے والی اور مہمان نواز ہیں ان کا دعوت الی اللہ کا کاروبار خوب چمکتا ہے اور بڑی جلدی ان کے تعلقات کے دائرے بڑھتے ہیں۔ کوئی شخص جو آپ کے گھر آ کر آپ کی بیوی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا سوائے اس کے کہ بدقسمتی سے وہ کھانا بہت ہی خطرناک پکاتی ہو ایک دفعہ کھا لے تو کچھ کمی بھی رہ گئی ہوگی تو وہ بہت ہی ممنون ہوگا اور شکریہ ادا کرے گا اور اس کا ایک گہرا تعلق قائم ہو جائے گا۔ اس طرح آپ کی بیویاں بھی اس میں حصہ لے سکتی ہیں، آپ کے بچے بھی اگر آپ ان کی اخلاقی لحاظ سے تربیت کریں، وہ ان سے پیار کا اظہار کریں، ان سے دل لبھانے والی اچھی باتیں کریں تو وہ جو دور کا تعلق تھا اچانک قریب آتے آتے

ایک خاندانی تعلق میں تبدیل ہو جائے گا۔تو دور کے تعلقات کو قریب کرنا ایک باقاعدہ منصوبے کا تقاضا کرتا ہے اور اس کوچے کی آشنائی ہونی ضروری ہے اور یہ باتیں محض عمومی نصیحتوں کے ذریعہ نہیں سمجھائی جایا کرتیں۔انفرادی طور پر کام کر کے دکھانا پڑتا ہے تو اس طرح آپ دیکھیں کہ ایک سیکرٹری تبلیغ چند آدمیوں کو لے کر جاتا ہے اس کے پاس اپنا کتنا وقت ہوگا۔وہ کہاں تک ان سب کاموں سے نپٹ سکتا ہے کس کس تک پہنچ سکتا ہے لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اصل طریق وہی ہے کہ جن دو تین ساتھیوں کو لے کر وہ جاتا ہے ان سے پھر وہ بار بار کام لینا شروع کرے۔ساتھ ان کی تربیت کرے اور پھر مقامی دوستوں کو وہ ساتھ لینا شروع کریں۔پھر حلقے تقسیم کریں تو ایک کام جو معمولی آغاز سے شروع ہوا وہ ایک وسیع کاروبار تک پہنچ سکتا ہے اور ساتھ اور لوگ شامل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

اس موضوع پر بھی وہی آیت کریمہ ہمارے کام آئے گی جو ہمیں دعا کا ایک طریق سکھاتی ہے کہ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّاجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا (بنی اسرائیل:۸۱) کہ اے خدا! ہم ترقی کے جس مرحلے میں بھی قدم رکھتے ہیں اس مرحلے کو ہمارا آخری مقام نہ بنانا بلکہ اگلے مقامات کے لئے دروازہ کھولنے والا مقام بنا دینا اور اس ضمن میں ہر اگلا مرحلہ ہمارے لئے مقام محمود ثابت ہو۔ایسا مرحلہ جس کی اللہ کی طرف سے تعریف کی جاتی ہے کیونکہ اس سے پہلے جو آیت کریمہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ خدا تعالیٰ تجھے مقام محمود تک پہنچادے یا مقام محمود پر نافذ فرمادے۔اس کے بعد پھر ساتھ یہ دعا ہے کہ رَّبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ مقام محمود کے تقاضوں کو سمجھنے کے بعد طبعاً دل سے یہ دعا اٹھنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے یہی دعا سکھائی ہے۔

پس مقام محمود چونکہ خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے اس لئے کسی انسانی تعریف کا محتاج نہیں ہے اور انسانی تعریف سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔مقام محمود وہ ہے جس کو خدا نے تعریف کے ذریعہ ایک مقام کے لائق سمجھا ہو اور وہ مقام اس کو عطا کیا ہو۔یہ وہ مقام ہے جو مقام محمود کہلاتا ہے۔اس کے بعد دنیا کی تعریف خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔اس لئے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مقام محمود میں صرف خدا تعریف کرتا ہے اور بندے تعریف نہیں کرتے مگر یہ تعریف وہ ہے جو خدا کی تعریف کے تابع ہوتی ہے۔یہ وہ راگ ہے جسے جب آسمان گاتا ہے تو فرشتے بھی ساتھ گاتے ہیں اور پھر ملائکہ کے

تابع زمین پر بسنے والے نفوس بھی اس سے متاثر ہو کر اسی رنگ کے راگ الاپنے لگ جاتے ہیں تو مقام محمود ہمارے ہر کام میں چھوٹی چھوٹی منازل کی شکل میں آتا رہتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے جس مقام محمود کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے وہ تو ہم میں سے اکثریت کے تصور سے بھی بالا ہے۔ اس لئے میں اس کی مثال دے کر آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ وہ مقام محمود بھی دراصل ایک ہی چھلانگ میں حاصل ہونے والا مقام محمود نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ساری زندگی سفر فرمایا ہے اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف سفر فرماتے چلے گئے ہیں۔ **ہمیں بھی اسی بات کی پیروی کرنی ہوگی اور دین کی ہر خدمت اگر اچھے رنگ میں کی جائے۔ اللہ پر توکل کرتے ہوئے کی جائے۔** اس سے دعائیں مانگتے ہوئے کی جائے تو ہمارے لئے اس خدمت کا ہر مرحلہ ایک مقام محمود بن سکتا ہے۔

پس اس موقعہ پر بھی یہ دعا ساتھ رہنی چاہئے اور یہ دعا کہ ہر مقام پر مجھے مددگار چاہئے ہوں گے۔ بیٹھ رہنے کے لئے تو مددگار کی ضرورت نہیں ہوا کرتی آگے بڑھنے کے لئے مددگار کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ خاص طور پر مشکل سفر میں مددگار کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ پس اپنے مددگار پیدا کریں اور یہ دعا مانگیں کہ اے اللہ! ہر ایسے مرحلہ پر جسے تو مقام محمود بنائے گا میرے لئے ایسے مددگار پیدا فرما کہ یہ سفر ہمارے لئے آسان تر ہوتا چلا جائے اور ہمیشہ ہم تھک ہار کر بیٹھ رہنے کی بجائے آگے ہی قدم بڑھاتے رہیں۔ ان دعاؤں کے ساتھ، اس لگن کے ساتھ اگر آپ جماعت کی تربیت کریں گے تو دعوت الی اللہ کے رنگ بدل جائیں گے اس میں نئی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

مختلف Ethnic گروپس کی میں بات کر رہا تھا، پھر آگے یہ جائزہ لینا ہوگا کہ کس جگہ کس قسم کے لوگ زیادہ توجہ دے رہے ہیں اور تجارب پر نظر رکھنی ہوگی۔ محض تجربے کا آغاز کر دینا کافی نہیں ہے کئی جگہ آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ بعض دفعہ بعض طبقات میں نسبتاً کم دین کی طرف توجہ ہوتی ہے بعض دوسرے طبقات میں زیادہ توجہ پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ کس طریق پر رابطے پیدا کئے جائیں تو زیادہ توجہ پیدا ہوتی ہے۔ کس طریق پر رابطے پیدا کئے جائیں تو کم توجہ پیدا ہوتی ہے غرضیکہ جو کام جاری کرنے ہیں ان کو متعلقہ افراد تک پہنچا کر سمجھا کر اپنی طرف سے آپ کام مکمل کر بھی دیتے ہیں تب بھی بات ختم نہیں ہوتی پھر ان کے تجارت پر نظر رکھنی پڑے گی اور اگلے سفر کے وقت جب آپ وہاں جاتے ہیں تو ان سے پوچھنا ہوگا کہ جو ترکیبیں آپ کو پہلی دفعہ بتائی گئیں ان پر کوئی عمل ہوا

بھی کہ نہیں، کوئی رابطے ہوئے۔ کس نے کیا جواب دیا اور آپ کے پاس اس کا کیا جواب تھا؟ جب آپ اس رنگ میں ان سے گفتگو کرتے ہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کے بہت سے جواب غلط تھے۔ بہت سے جواب ایسے تھے جو کسی کو قریب کرنے کی بجائے دور پھینکنے والے تھے اور یہ باتیں مجھ تک تو خود پہنچ جاتی ہیں اس لئے مجھے جا کر پتہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پاکستان سے، افریقہ کے ممالک سے، فجی سے، جاپان سے، ہر تبلیغ کرنے والے کو شوق ہوتا ہے کہ مجھے بھی بتائے کہ کس طرح تبلیغ کی اور بعض تو اتنی لمبی لمبی رپورٹیں آتی ہیں کہ مجھے ان کو پڑھنے میں کئی دن لگتے ہیں مگر جو تفصیل سے بات کرنے کے عادی ہیں انہوں نے تو بہر حال تفصیل سے ضرور بتانا ہے کہ فلاں آدمی سے یہ بات ہوئی اس نے مجھے یہ کہا، میں نے اس کو یہ کہا، اس نے مجھے یہ کہا میں نے اس کو یہ کہا پھر یہ بات ہوگئی پھر فلاں شخص آ گیا، پھر اس سے گفتگو شروع ہوگئی، پھر ایک اور آدمی آ گیا اس نے بات ٹالنے کی کوشش کی۔ ساری تفصیل اس رپورٹ میں لکھی ہوتی ہے اور پھر اس کو پڑھ کر بعض جگہ مجھے خوشی ہوتی ہے کہ بڑی حکمت سے عمدہ جواب دیا ہے بعض جگہ کوفت ہوتی ہے کہ ہرانے کی کوشش ہو رہی ہے، دل جیتنے کی کوشش نہیں ہو رہی۔ سختی سے کاٹنے والا جواب دیا جا رہا ہے اور اپنی طرف بڑے فخر سے مجھے بتایا جا رہا ہے کہ کس طرح ہم نے اس کو لا جواب کیا حالانکہ لا جواب کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ دل جیتیں خواہ خود لا جواب ہو کر دل جیتیں اور یہ بھی ایک حکمت کا مضمون ہے۔ بعض دفعہ لا جوابی سے بھی دل جیتے جاتے ہیں۔ آپ ایک بات کو برداشت کر جائیں اور اس کا جواب نہ دیں اور ایک دردآمیز خاموشی اختیار کریں تو اس کے نتیجہ میں بھی دل جیتے جاتے ہیں۔ ابھی چند دن ہوئے افریقہ کے ایک ملک سے اسی مضمون پر ایک رپورٹ ملی کہ ہم کسی جگہ گئے۔ وہاں عیسائیوں کا جو منادتھا اس نے بہت بے ہودہ زبان استعمال کی اور سختی کی اور ناپسندیدہ رویہ اختیار کیا۔ اس پر ہم نے یہی مناسب سمجھا کر صبر سے کام لیں اور مقابل پر سختی نہ کریں۔ چنانچہ ہم صبر کے ساتھ اس دکھ کو برداشت کرتے ہوئے خاموش رہے۔ دوسرے دن وہ دلی معذرت کے ساتھ انتہائی شرمندہ حالت میں پہنچا۔ بار بار معافی مانگی اور عرض کیا آپ دوبارہ ہم سے بات کریں۔ دوبارہ تبلیغ کریں اور ہم سننے کے لئے حاضر ہیں۔ بڑی شرافت کے ساتھ گفت وشنید ہوگی۔ اس مضمون کا خط صرف ایک افریقہ سے نہیں آتا۔ مختلف جگہوں سے ملتے ہیں۔

بنگلہ دیش سے بھی اس مضمون کا ایک خط ملا اور بھی کئی ایسے ہیں جن کا مجھے اب نام بھی یاد نہیں مگر روزمرہ کا تجربہ ہے کہ جو احمدی صبر کے ساتھ للٰہی خاموشی اختیار کرتا ہے اس کا جواب نہ دینا اس کے لئے زیادہ دل جیتنے کا موجب بن جاتا ہے اور جو ایسا جواب دینا جانتا ہے کہ جس کے نتیجہ میں دل جیتے ہی جاتے ہیں وہ تو بہر حال خدا کے فضل سے ایک اعلیٰ مقام پر فائز ہے اور اس کے نتیجہ میں ہر تبلیغ ہر جدو جہد، ہر کوشش کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی جھولی میٹھے پھلوں سے بھرتی رہتی ہے۔ تو دعوت الی اللہ کرنے کا گر سکھانا اور جائزہ لینا کہ کوئی اس معاملہ میں کیا غلطی کر رہا ہے اس کی کس رنگ میں درستی کی ضرورت ہے یہ بھی ایک بہت ہی اہم کام ہے۔ بعض اور باتیں جو میں نے محسوس کی ہیں ان میں سے ایک اہم بات یہ ہے کہ بعض لوگ خاص لوگوں سے جب ایک دفعہ ٹکر لے بیٹھتے ہیں اور تبلیغ کا سلسلہ شروع کر بیٹھتے ہیں تو یہ سوچتے ہی نہیں کہ ان کے اندر قبولیت کا کوئی مادہ کم ہے اور بعض ایسی عادتیں ہیں جن کے نتیجہ میں عام طور پر ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں ملا کرتی یعنی ضد ہے، تعصب ہے، ہٹ دھرمی ہے اور قرآن کریم نے ہمیں آغاز ہی میں یہ مطلع فرما دیا کہ یہ کتاب هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (البقرہ: ۳) ہے یہاں متقین سے مراد ابتدائی تعریف کے طور پر یہ ہے کہ وہ لوگ جو سچی بات کو دیکھتے ہیں تو سچی بات کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں یعنی ضد اور تعصب نہیں ہے تو تقویٰ کا پہلا، قدم یہ ہے کہ انسان میں یہ صلاحیت موجود ہو کہ دن کو دن کہہ سکے اور رات کو رات کہہ سکے اس کے لئے کوئی بڑی تعلیم کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ انسانی فطرت کی ایک طبعی کیفیت کا نام ہے تو ایسے لوگ جن کو یہ فطری سچائی نصیب نہ ہو ان سے آپ جتنا چاہیں سر ٹکرائیں ان کو ہدایت نہیں ملے گی سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس بنیادی بیماری کو دور فرما دے۔ پس بجائے اس کے کہ آپ اپنا وقت اس امید پر ان بیماروں پر ضائع کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے شاید ان کا دل بدل دے۔ جو بیمار نہیں ہیں ان کی طرف کیوں نہیں توجہ کرتے۔ جب آپ کے پاس کافی وقت نہیں ہے کام زیادہ ہے تو پہلے ان چیزوں پر ہاتھ ڈالیں جن کو قبضہ میں لینا آسان تر ہے پہلے مشکل چیزوں پر ہاتھ ڈالیں گے تو نتیجہ بہت کم اور بہت دیر سے نکلے گا۔ اس لئے تبلیغ کے وقت اس بات کو سمجھنا بھی ضروری ہے کہ ایک آدمی کو کس وجہ سے Reject یعنی نظر انداز کر دینا چاہئے اور کس وجہ سے نہیں کرنا چاہئے۔ یہ بھی اپنی ذات میں ایک گہرے غور کا مضمون ہے۔ میں وضاحت سے آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ اس بات پر

نظر انداز نہ کریں کہ وہ سمجھنے میں دیر کر رہا ہے یا کسی اور وجوہات کی وجہ سے اس کے لئے قبول کرنا مشکل ہے۔ اگر اس کی فطرت میں صفائی ہے اگر اس کے اندر جھوٹ اور تعصب نہیں ہے تو خواہ دوسری کتنی ہی برائیاں کیوں نہ ہوں اس کی اصلاح ممکن ہے۔ اس لئے بد کہہ کر کسی کو نہیں چھوڑنا ورنہ جس طرح حسن سب میں ہے بدیاں بھی سب میں ہوتی ہیں۔ آپ کو بنابنایا فرشتہ تو تبلیغ کے لئے نہیں ملے گا۔ اگر بنابنایا فرشتہ ہے تو پھر شاید وہ آپ کو تبلیغ شروع کر دے کیونکہ آپ میں اس کی نسبت زیادہ برائیاں ہوں گی۔ پس برائیوں کے نتیجہ میں نہیں چھوڑنا۔

ایک بات یاد رکھیں قرآن کریم نے ابتدا میں جو تعریف فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ جس کے اندر سچائی کی روشنی نہیں ہے، جس کی طبیعت میں کجی ہے اس کی آپ اصلاح نہیں کر سکتے۔ جتنا چاہیں آپ اصلاح کی کوشش کریں ان کی آپ اصلاح نہیں کر سکتے۔ اسی مضمون کو کچھ آیات کے بعد مزید کھولتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۗ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (البقرة: ۸) ان کی اندرونی کجی ان کی صلاحیتوں کی راہ میں حائل ہوگئی ہے۔ صلاحیتیں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو عطا فرمائی ہیں۔ کان بھی ہیں لیکن کانوں پر پردے پڑ گئے ہیں، کان بھاری ہوگئے ہیں، کانوں کے اوپر بوجھ پڑ گئے ہیں، آنکھیں ہیں لیکن آنکھوں کے اوپر پردے پڑ گئے ہیں، دل ہیں مگر دل اندھے ہو چکے ہیں۔ ایسے لوگ ہیں جن کے اوپر مہریں لگی ہوئی ہیں۔ پس مہر زدہ آدمیوں پر بے وجہ لمبے وقت ضائع کرنا یہ درست نہیں ہے۔ آپ کے قیمتی وقت کا ضیاع ہے لیکن اس کے مقابل پر ایک اور بات سے بھی احتیاط بہت لازم ہے کہ یہ کہہ دیا جائے کہ جی! یہ سارا علاقہ ہی مہر زدہ ہے۔ ان میں ہدایت قبول کرنے کا مادہ ہی کوئی نہیں۔ یہ جو عام فتویٰ دینا ہے یہ ایک بہت خطرناک بات ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اپنی کمزوریوں کو خدا تعالیٰ کی تقدیر کے سر پر تھوپنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ نے ساری زمینیں ہی بنجر پیدا کی ہیں آپ بے چارے کیا کر سکتے ہیں۔ جب زمینوں نے قبول ہی نہیں کرنا تو آپ کا کیا قصور اس لئے اس فتویٰ میں جلدی نہیں کرنی چاہئے لیکن حکمت اور گہرائی کے ساتھ جائزہ لے کر انفرادی طور پر یہ فتویٰ دیا جا سکتا ہے اور جن لوگوں میں آپ ضد اور تعصب دیکھیں ان کو چھوڑ کر سعید فطرت لوگوں کی طرف متوجہ ہوں۔

ہندوستان کے زمانہ میں مجھے یاد ہے لاہور میں جب ہم طالب علم ہوا کرتے تھے تو ہمارے بعض دوست تبلیغ کا بہت ہی شوق رکھنے والے تھے۔ ساری عمر انہوں نے تبلیغ کی اور ساری عمر ایک بھی پھل نہیں لگا۔ وجہ یہ ہے کہ جو ضدی آدمی چنے ہوئے تھے ان سے ہی ٹکراتے رہے۔ آج وہ یہ دلیل لے کر آیا کل یہ دوسری دلیل لے کر آئے۔ ہر روز ہنگامے، ہر روز گفت وشنید، گرم گرم بحثیں یہاں تک کہ بعض دفعہ لڑائیوں تک بھی نوبت پہنچ جاتی تھی مگر وہ ان دوستوں کے ساتھ آپس میں اس طرح جڑ چکے تھے کہ علیحدہ نہیں ہو سکتے تھے اور اپنی ساری عمر ضائع کر دی۔ اگر ان کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تو آسانی کے ساتھ خدا کے فضل سے ایسے سعید فطرت مل سکتے تھے لیکن کیوں ایسا نہیں کیا؟ یہ سوال ہے جس کو آپ کے لئے سمجھنا ضروری ہے۔

انانیت کی بہت سی قسمیں ہیں بعض قسمیں دبی ہوئی شکل میں بھیس بدلی ہوئی شکل میں موجود ہیں بعض دفعہ جس سے ایک دفعہ دینی گفتگو میں مقابلہ شروع ہو جائے اگر آپ اس کے کسی سوال کا جواب نہ دیں اور یہ کہہ دیں کہ جی! میں تمہیں دیکھ چکا ہوں، بس کافی ہوگئی، میں ہار گیا سمجھ لو تو اگر آپ میں یہ کہنے کی صلاحیت نہیں ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ کسی موقع پر میں نے اپنی ذات کی ہار قبول ہی نہیں کرنی تو آپ ایسے شخص سے پھر کبھی پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ ایک تلخ گھونٹ پینے کے لئے آپ کو تیار ہونا پڑے گا ایک موقع پر آپ کو یہ کہنا پڑے گا میاں تم جیت گئے، میں ہار گیا۔ میرے پاس جواب نہیں ہے یعنی تمہاری ان کج بحثیوں کا جواب نہیں ہے۔ تم مجھے ہارا ہوا سمجھ لو لیکن خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑو۔ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے تو بعض دفعہ اس کی مخفی انانیت کہتی ہے کہ لو جی تم شکست کھا گئے۔ اپنے آپ کو تم نے نیچا دکھا دیا اور یہ روک اس سے پیچھا چھڑانے میں حائل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جن صاحبان کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ ایک سے زائد ہیں جو میرے ذہن میں ہیں۔ بعض فوت ہو گئے بعض زندہ بھی ہیں ان کی یہ عادت ان کی تبلیغ کے مؤثر ہونے کی راہ میں ہمیشہ روک رہی اور وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے لئے جواب دینا ضروری ہے اور اچھے جواب لے کر آتے تھے مگر جس نے قبول ہی نہیں کرنا اس کو اچھے یا برے جواب سے کوئی بحث ہی نہیں ہے اس نے بہر حال قبول نہیں کرنا۔ تو یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ کوئی شخص چند خاص قسم کے لوگوں کے ساتھ مسلسل سر تو نہیں ٹکرا رہا۔

میں جب جرمنی گیا تو وہاں یہواوٹنس والے بڑے سرگرم عمل دیکھے۔ افریقہ میں بھی آج کل

بڑا کام کر رہے ہیں۔بعض دوستوں سے جب کبھی ملاقات ہوئی اور تبلیغ کی بات ہوئی تو انہوں نے بتایا تھا کہ ہم تبلیغ کر رہے ہیں مگر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جب مزید پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہواوٹنس والوں سے وہ اپنا سر کھپا رہے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو تمام عیسائیوں میں سب سے زیادہ متعصب اور Rigid ہیں۔ان کی عقلی حالت ایسی ہے کہ ان کے اندر بدلنے کی صلاحیت نہیں ہے اور ایک خاص قسم کا دماغ ہی ہے جو یہواوٹنس بنتے ہیں۔ یہواوٹنس کے لئے جو صلاحیتیں چاہئیں ان میں دماغ کی کروکڈنیس Crookedness ضروری ہے اور کچھ نظر کی تنگی ضروری ہے۔اس کے بغیر اچھا یہواوٹس بن ہی نہیں سکتا تو وہ الا ماشاء اللہ بعض کہیں ایسے نکل آتے ہیں جو یہواوٹنس بننے کے اہل نہیں ہوتے پھر بھی بن جاتے ہیں اور ایک احمدی ان کو ان ٹھوکروں سے بچا بھی لیتا ہے۔مثلاً جاپان سے مجھے ایک خط ملا جس سے پتہ لگا کہ ایک یہواوٹنس والا اتنا سعید فطرت تھا کہ چند باتوں میں ہی اس کا دل یہوواویٹنس سے ہٹ کر اسلام کی طرف مائل ہو گیا لیکن وہ دور کی قومیں ہیں۔ان کو عیسائیت کا اتنا زیادہ گہرائی سے علم نہیں اور گہرائی سے اتنا تعلق نہیں ہے مگر عیسائیوں میں بعض تبلیغی فرقے ایسے ہیں جو دماغ کی کمزوری اور صلاحیتوں کے منجمد ہونے کی وجہ سے مذہبی بنے ہوئے ہیں۔

مولویت کے لئے بے وقوفی کا ہونا ضروری ہے اور جہاں بے وقوفی ضد میں بدل جائے وہاں آپ جو چاہیں کریں آپ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے تو ان کو میں نے سمجھایا۔میں نے کہا تم کیوں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو اور اگر یہواوٹنس والوں سے بات کرنی ہے تو کم سے کم پتہ تو کرو کہ ان کو کس طرح گلے سے اتارا جا سکتا ہے۔یا وہ سیدھے ہوں یا تمہیں منہ دکھانے کے لائق نہ رہیں ان سے گفتگو کی طرز اور ہونی چاہئے۔اس قسم کی ایک خاتون ایک دفعہ مجھ سے ملنے تشریف لائی تھیں۔گفتگو کرنے لگیں۔میں نے کہا تم مجھے پہلے بتاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریمؑ اور خدا کے تعلقات کیا ہیں۔وہ واقعتہً بیٹا ہیں۔ہاں جی بالکل پکا بیٹا اس میں تو شک کا کوئی سوال ہی نہیں۔میں نے کہا تو حضرت مریمؑ پھر ماں ہوئیں۔تو کہا کہ طبعی بات ہے ماں ہیں۔خدا باپ ہے تو حضرت مریمؑ پھر خدا کی بیوی کہلائیں ناں۔اگر وہ نکاح نہیں ہوا تو پھر رشتہ جو ہے بڑا گندا رشتہ قائم ہوا اور ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے کوئی گندہ رشتہ قائم ہوا اور اگر نکاح ہوا ہے یعنی آسمان پر ہی ہوا ہو ضروری نہیں کہ دنیا میں پڑھایا گیا ہو تو پھر منکوحہ بیوی بن گئی ہیں۔اب مجھے اگلا مسئلہ یہ سمجھاؤ کہ

جب یوسف نجار سے شادی کی تو کیا خدا نے طلاق دی تھی یا دو خاوند کئے ہیں۔ ایک خاوند خدا تھا جس سے مسیحؑ پیدا ہوئے اور ایک یوسف نجار تھا جس سے اور بہت سے بچے پیدا ہوئے تو یہ مسئلہ حل کرو۔ اب ایسے مسائل جو عقلی نقطہ نگاہ سے پیش کئے جائیں ان کا کوئی جواب نہیں ہے۔ آپ آزما کر دیکھ لیں ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے گفتگو کرنی چاہئے اس میں کوئی شک نہیں۔ دل آزاری کی خاطر نہیں سمجھانے کی خاطر یہ اشکال ان کے سامنے رکھے جاسکتے ہیں۔

ایک دو کے ساتھ آپ اس طرح کی عقلی دلائل سے گفتگو کریں تو آپ ان کو بلائیں گے بھی تو وہ آپ کے پاس نہیں آئیں گے۔ جہاں اس میدان میں وہ آپ کو کھینچ لائیں یعنی بائبل کے بعض ایسے بیانات جن کو نہ وہ خود سمجھتے ہیں نہ عام انسان کی استطاعت ہے، گہرے مضمون سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو آپ جو چاہیں کریں آپ کبھی ان کی اصلاح نہیں کرسکیں گے اور ہمیشہ وہ یہ سمجھیں گے کہ ابھی یہ ہمارا شکار ہے۔ تو اس لحاظ سے بھی تفصیلی چھان بین سیکرٹری تبلیغ کو اور اس کے ساتھیوں کو کرنی پڑے گی کہ جن لوگوں کو تبلیغ کر رہے ہیں وہ کون لوگ ہیں، ان کے ردعمل کیا ہیں۔ یہ زمین جیت رہے ہیں یا خود ابہام کا شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

یہ بڑا وسیع مضمون ہے اور بڑے وسیع وقت کا تقاضا کرتا ہے۔ بہت سے ایسے تربیت یافتہ مددگاروں کی ضرورت ہے۔ بہت دعاؤں کی ضرورت ہے لیکن چونکہ اب وقت کافی زیادہ ہو چکا ہے میں نے گھڑی پر نظر ذرا دیر میں ڈالی ہے اس لئے اس مضمون کو میں یہاں ختم کرتا ہوں انشاء اللہ آئندہ خطبہ سے دوبارہ اس مضمون کو شروع کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صرف سمجھنے کی توفیق نہ بخشے بلکہ جو ہم سمجھیں اس کو عمل میں ڈھالنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین